سیاسی نظریہ کامفہوم:

سیاست کے لغوی معنی:

سیاست کے لغوی معنی حکومت، سلطنت، ملکی انتظام، رعب داب کے ہیں۔انگریزی میں سیاست کو(پولیٹکس) کہتے ہیں جو لاطینی زبان کالفظ ہے جس کے معنی شہر نشین کے ہیں یعنی شہر میں رہنا۔

سیاست عربی زبان کالفظ ہے جس کے معنی ہیں حکومت کرنے کاطریقہ، نگہبانی کرنا،لوگوں کے جرائم پر سزائیں دیناوغیرہ۔

سیاست کی تعریف:

آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیاڈکشنری کے مطابق:

Science and art of government, political affairs or life.

ایک اور تعریف کے مطابق:

The academic study of government and state is called politics.

سیاست سے مراد ایک ایسا عمل ہے جس سے معاشرہ کی معیشت،عدل وانصاف اور آزادی کے اصولوں کو فراہم کرنا ہے۔سیاست ایک طریقہ کار ہے جس کے ذریعہ عوامی حلقوں کے مابین مسائل پر بحث یاکاروائی ہوتی ہے اور ریاستی فیصلے عوامی رائے عامہ کی مرضی کے مطابق کیے جاتے ہیں۔سیاست کی تعریف یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ۔

ایک معاشرے کے بڑے بڑے مسائل، مشکلات کے بارے میں فیصلہ کرنااوران کے حل کی تدابیر کرنا، مختلف امور کو منظم کرناوغیرہ شامل ہیں۔

اسلام میں سیاست کی تعریف:

اسلام میں سیاست اس فعل کو کہتے ہیں جس کے انجام دینے سے لوگ اصلاح سے قریب اور فساد سے دور ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں سیاست کاذکر:

قرآن کریم میں لفظ سیاست تونہیں آیالیکن قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو سیاست کے مفہوم کو واضح کرتی ہیں بلکہ قرآن کریم کا بیشتر حصہ سیاست پر مشتمل ہے مثلاعدل وانصاف،امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مظلوموں کی مدد، ظالم اور ظلم سے نفرت اس کے علاوہ انبیاء کرام کا

انداز سیاست بھی بیان کیا گیا ہے مثلاً سورۃ البقرہ آیت نمبر 247 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وقال لهم نبيهم ان الله قد بعث لكم طالوت نبيا...(الخ)

ترجمہ: " ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو حاکم مقرر کیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ یہ کس طرح حکومت کرے گا اس سے زیادہ تو ہم حکومت کے حقدار ہیں ان کے پاس تو مال و دولت کی فراوانی نہیں ہے۔ نبی نے جواب دیا کہ انہیں اللہ نے تمہارے لیے منتخب کیا ہے اور علم و جسم میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دے دیتا ہے وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی ہے۔"

حدیث میں سیاست کے معنی عدل، انصاف اور تعلیم و تربیت کے ہیں۔ علماء اسلام کی نظر میں رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت، استعمار سے جنگ، مفاسد سے روک تھام، اچھی نصیحت سیاست ہے۔

فلاسفہ کے نزدیک:

فن حکومت، اجتماعی زندگی کا سلیقہ، صحیح اخلاق کی ترویج سیاست ہے۔

چونکہ انسان مندرجہ ذیل امور سے خود عہدہ برا نہیں ہو سکتا لہٰذا اسے کسی ایسے قانون یا نظریہ کی ضرورت ہوتی ہے جو انسانوں کو بہترین زندگی کا سلیقہ سکھائے۔

سیاسی نظریات کی مختصر تاریخ:

افلاطون کا نظریہ سیاست:

افلاطون یونان میں 450 قبل مسیح پیدا ہوا فلسفہ اور سیاست میں افلاطون کو امام تصور کیا جاتا ہے اس کا نظریہ سیاست یہ ہے کہ۔

"انسان" مدنی الطبع" ہے اس لیے وہ مل جل کر زندگی بسر کرے گا جس کی وجہ سے معاشرے میں تقسیم عمل کا اصول کارفرما ہوگا تاکہ لوگ ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے اپنے دائرہ عمل میں کام کرے۔" افلاطون کا کہنا ہے کہ مختلف انسان پیدائشی طور پر مختلف صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں اس لیے افلاطون نے معاشرے کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ حکمران اور نگران

2۔ فوج/ سپاہی

3۔ اہل صنعت و حرفت، کسان اور مزدور اور غلام

افلاطون کے نزدیک مثالی حکومت وہ ہے جس میں حکمران فلاسفر ز ہوں۔اس نے اپنی کتاب " **ریاست** " میں مثالی حکومت کا نقشہ کھنچا ہے جس میں سب سے زیادہ اہمیت عدل وانصاف کو دی گئی ہے۔

ارسطو کا نظریہ سیاست:

حکماء یونان میں ارسطو کا مقام بہت بلند تھا اور یہ افلاطون کا شاگرد تھا۔ارسطو نے بھی معاشرہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے لیکن اس کا معیار تقسیم مختلف ہے۔

1۔ارباب فکر و نظر کا طبقہ

سوچنے والے جن کے پاس علم ہو۔ارباب فکر و نظر کا طبقہ جسے وہ طالب علموں کا طبقہ سمجھتا ہے کہ یہی لوگ بہترین زندگی کے مستحق ہیں۔

2۔غلاموں کا طبقہ

3۔عام انسانوں کا طبقہ

ارسطو کے نظریہ سیاست کی رو سے " **مملکت ایک زندہ چیز ہے**، جذبات، خواہشات اور ارادے رکھتی ہے اس کے **اختیارات غیر محدود** ہیں اگر فرد اور **مملکت** کے درمیان اختلاف ہو تو **مملکت حق** بجانب ہو گی۔افراد حکم کے خلاف احتجاج نہیں کر سکتے، فرد کی زندگی، ترقی، خوشحالی سب **مملکت** کے قبضہ میں ہے۔انسان بغیر حکومت کے زندہ نہیں رہ سکتا انسان مملکت کے لیے پیدا ہوتا ہے اسی کے لیے مرتا ہے۔

ارسطو کے نزدیک

اونچے طبقہ کے لائق، ذہین اشخاص حکومت کے اہل ہیں اس طرز حکومت کو اس نے بہترین طرز حکومت قرار دیا ہے۔

ارسطو کے اس نظریہ سیاست کو " **ارسطو کریسی** " کہا جاتا ہے۔

ہابز کا نظریہ:

ہابز کے نظریہ کے مطابق:

"انسان خود غرض اور مطلبی ہے اور صرف اپنے مفاد کو سوچتا ہے جس کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے تنگ آگئے اس لیے زندگی کو بہتر بنانے کے لیے لوگ جمع ہوئے اور ایک فرد یا افراد کے مجموعہ کو اپنے تمام اختیارات سپرد کر دئے یعنی حکمران بنا دیا اس حکمران طبقہ نے باقی افراد کی جان، مال اور عزت کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور یوں ریاست وجود میں آگی۔"

ہابز کے مطابق:

مقتدر اعلیٰ کو کلی اختیارات حاصل ہیں وہ اپنے فیصلوں میں کسی کا پابند نہیں حتٰکہ مقتدر دوسری حکومتوں کے ساتھ معاہدات بھی اسی ضابطہ اخلاق کے تحت نہیں کرتا۔اس کے نزدیک" تلوار کے بغیر معاہدات خالی الفاظ رہ جاتے ہیں جن میں اپنی حفاظت کی کوئی قوت نہیں ہوتی۔"

نظریہ معاہدہ عمرانی:

یہ نظریہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے کہ

ریاست معاہدہ سے پیدا ہوتی ہے جس کا ذکر مقدس کتاب اور فلسفیوں کی کتب میں پایا جاتا ہے اس نظریہ کی رو سے

" افراد اپنے ذمہ کچھ فرائض لے لیتے ہیں اور ریاست اپنے ذمہ کچھ اختیارات لے لیتی ہے اور دونوں اپنے اپنے دائرہ اختیار میں کام کرتے ہیں۔"

یہ نظریہ ظاہر کرتا ہے کہ مملکت کوئی الگ چیز نہیں ہے جس سے افراد معاہدہ کرتے ہیں بلکہ وہ ایک ایسا اجتماعی ادارہ ہے جو افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔

ہابز،لاک اور روسو اسی نظریہ کے قائل اور مبلغ ہیں۔

لاک کا نظریہ سیاست:

لاک بھی معاہدہ عمرانی کا مبلغ ہے۔انسانی فطرت کے مطابق لاک کا نظریہ سیاست ہابز کے نظریہ سیاست کے بالکل برعکس ہے۔لاک کے نزدیک

" جب انسان کا رہنا سہنا قانون فطرت کے مطابق تھا تو انسان پرامن اور مطمعن تھا۔اس کے نزدیک قانون فطرت عین عقل کے مطابق ہے بعض انسانوں نے جب عقل کی بجائے جذبات سے کام لینا شروع کیا تو معاشرہ میں تصادم شروع ہوگیا۔اس تصادم کو روکنے کے لیے انسانوں نے سوچا کہ ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہیے جس کے تحت فطرت عوام میں لوٹ آئے جو اختلافات ہوں ان کا فیصلہ حاکم کرے اور وہ حاکم اکثریت کی رائے سے منتخب ہو ریاست کا آئین ہو جس کے تحت حکومت اپنے فرائض سرانجام دے اور اگر حکومت ناکام ہو جائے تو اس کی جگہ دوسری حکومت قائم کر دی جائے۔"

لاک کا کہنا ہے کہ:

" کسی حکومت کو یہ حق نہیں کہ وہ جو کچھ جی میں آئے کرتی رہے قانون فطرت وہ ابدی قانون ہے جو یکساں طور پر تمام انسانوں پر منطبق(لاگو) ہوتا ہے۔خواہ وہ خود قانون ساز ہوں یا قانون کے تابع۔"

لاک کے مطابق:

" حکومت لوگوں کی مرضی سے قائم ہوتی ہے اور ریاست اعلیٰ طاقت بن جاتی ہے مگر یہ بے اصول طاقت نہیں ہوتی اس کو صرف لوگوں کی بھلائی کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، حکومت ایک طرح کی امانت ہے اور اس کو وہی طاقتیں حاصل ہوتی ہیں جو حالت فطرت کو بدلتے وقت اسے ودیعت کی گئی تھیں۔"

روسو کا نظریہ:

روسو فرانس کا ایک عظیم فلسفی تھا۔ اس نے اپنی کتاب **"معاہدہ عمرانی"** میں مملکت کے مطابق اپنا نظریہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔

روسو کے نزدیک انسان فطرتاً نیک ہے اور اس کا بہترین زمانہ ابتدائی زمانہ تھا جب انسانی زندگی خوشی اور مسرت سے لبریز تھی ہر انسان تنہا زندگی بسر کرتا تھا اور دوسرے انسانوں کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتا تھا نہ کوئی جھگڑا تھا نہ کوئی فساد ہر طرف امن کا دور دورہ تھا خوشحالی اور آزادی کی نعمت سے انسان سرشار تھا لیکن جوں جوں شہری زندگی کا رواج زیادہ ہوا کئی نئی تحریکوں نے جنم لیا۔ زندگی کی پیچیدگیاں اور الجھنیں زیادہ ہو گئیں۔ نئے نئے مسائل سامنے آئے۔ ضروریات اور احتیاجات میں اضافہ ہوا مساوات اور آزادیاں چھین گئیں۔ طاقت ور لوگوں نے اقتدار حاصل کر لیا اور کمزور افراد ظلم و ستم کا شکار ہوئے ان تمام مشکلات پر قابو پانے کے لیے لوگوں نے غور و غوض کیا اور آپس میں معاہدہ کر کے مملکت کی بنیاد رکھی جو ہر شخص کے جان، مال اور عزت کی حفاظت کرے گی۔ روسو کے الفاظ میں:

" مسئلہ ایک ایسے ادارے کی تشکیل کا ہے جو پوری مشترکہ طاقت سے ہر رکن ادارہ کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کر سکے اور اس میں ہر ایک سب کے ساتھ مل کر صرف اپنی ہی اطاعت کرے اور اسطرح آزاد ہے جیسے پہلے تھا۔"

روسو کے نزدیک:

"اس معاہدہ کی رو سے ہر فرد اپنے تمام حقوق اور اختیارات سمیت خود کو اجتماعیت کے سپرد کر دیتا ہے۔"

اس لیے ہر فرد پر معاشرہ کے احکام کا اتباع لازم ہے۔ روسو اس اقتدار اعلیٰ کو ارادہ عامہ کے نام سے موسوم کرتا ہے۔

عصر حاضر کے سیاسی نظام

موجودہ زمانہ میں مختلف سیاسی نظام روبہ عمل ہیں جن کے تحت ریاست اور مملکت کا نظام چلایا جاتا ہے۔

سیاسی نظام کی تعریف:

جدید سیاسی مطالعات میں ایک سیاسی نظام کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

"Political system is the set of formal legal institutions that constitute government or a state"

"یہ ایک روایتی قانونی اداروں کا مجموعہ ہے جو گورنمنٹ یا ریاست تخلیق کرتا ہے سیاسی نظام کہلاتا ہے۔"

"قانونی اداروں کا مجموعہ جس کے تحت حکومت اپنے نظام کو چلاتی ہے۔"

جب ہم کسی سیاسی نظام کی بات کرتے ہیں تو یہ طے کرنا مشکل ہوتا ہے کہ سب سے معروف اقسام کون سی ہیں، سیاسی نظام کی کتنی اقسام باہم مشترک ہیں یا ان کی بنیادیں مشترک ہیں بہت سے ممالک مختلف نظام ہائے سیاست کے حامل نہیں تاہم مختلف نظام سیاست کو سمجھنا ضروری ہے۔ ہر نظام سیاست کے کچھ فائدے اور کچھ نقصانات ہیں۔ دور حاضر میں تین قسم کے نظام ہائے سیاست رائج ہیں۔

1۔ بادشاہت MONARCHY

2۔ آمریت DICTATORSHIP

3۔جمہوریت DEMOCRACY

1۔بادشاہت MONARCHY

بادشاہت اس طرز حکومت کا نام ہے جس میں حکومت کے تمام اختیارات ایک فرد کے ہاتھ میں ہوں۔اس کی دو اقسام ہیں۔

1۔ مطلق العنان بادشاہت:

اس طرز حکومت کو کہتے ہیں جس میں بادشاہ کے اختیارات غیر محدود ہوتے ہیں۔ بادشاہ کی حثیت ایک دیوتا کی ہوتی ہے اس کا ہر حکم دل و جان سے تسلیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

2۔آئینی حکومت:

آئینی بادشاہت میں نظریاتی اعتبار سے بادشاہ کے پاس ہر قسم کے اختیارات ہوتے ہیں لیکن عملی طور پر ان اختیارات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اگرچہ بادشاہ اعلیٰ حکمران کی حیثیت رکھتا ہے لیکن وہ ریاست کے قوانین کے تابع ہوتا ہے جن سے وہ انحراف نہیں کر سکتا۔مقننہ قانون ساز جماعت ہوتی ہے وہ قانون بناتی ہے اور بادشاہ ان قوانین کی منظوری دیتا ہے۔اس قسم کا طرز حکومت انگلینڈ میں ہے جہاں بادشاہ کو نظریاتی اعتبار سے تمام اختیارات حاصل ہوتے ہیں لیکن عملی طور پر وہ تمام اختیارات کابینہ استعمال کرتی ہے جو برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہے۔

2۔آمریت DICTATORSHIP

طرز حکومت کی دوسری قسم آمریت ہے جس میں حکومت کے تمام اختیارات ایک فرد کے ہاتھ میں ہوتے ہیں جو فرد واحد کی حیثیت سے ریاست کی حکومت چلاتا ہے۔عام طور پر ریاست سے متعلقہ امور کے فیصلے آمر خود کرتا ہے بعض دفعہ آمر چند اور لوگوں کو بھی اس سیاسی نظام کا حصہ بنالیتا ہے۔آمر آئین اور پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔آمریت کی ایک مشہور قسم فوجی آمریت ہے۔جس میں فوج ریاست پر اپنی حکومت چلاتی ہے بعض دفعہ فوجی آمریت براہ راست اقتدار پر قبضہ کرنے کی بجائے حکومت پر بہت زیادہ دباؤ ڈال کر اپنی مرضی کے فیصلے کروالیتی ہے آمریت کے دور میں کیے گئے فیصلے شاذ و نادر ہی عوام کے حق میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔

3۔جمہوریت DEMOCRACY

یہ وہ طرز حکومت ہے جس میں عوام خود حکومت کرے۔

ابراہام لنکن نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

GOVERNMENT OF THE PEOPLE FOR THE PEOPLE BY THE PEOPLE

یعنی جمہوریت حکومت کی وہ شکل ہے جو عوام کی حکومت ہو عوام کے لیے ہو اور عوام ہی اسے چلاتی ہو۔

جمہوریت کی دو اقسام ہیں۔

1۔بلاواسطہ جمہوریت:

اس قسم کی طرز حکومت قدیم زمانے میں پائی جاتی تھی یونان اور اٹلی کی قدیم شہری ریاستیں تھیں جن کا رقبہ اور آبادی بہت کم تھی تو افراد آسانی کے ساتھ اس نظام حکومت میں حصہ لے سکتے تھے اس نظام حکومت میں سب لوگ جمع ہوتے اور ہر مسئلہ کے لیے سب کی رائے لی جاتی تھی پھر اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا جاتا۔آج زیادہ آبادی اور ملکوں کے وسیع رقبے کی وجہ سے اس قسم کی حکومتیں نہیں پائی جاتیں یہ صرف چھوٹی ریاستوں کے لیے موضوع ہے۔

2۔بالواسطہ جمہوریت:

موجودہ زمانہ میں یہی سیاسی نظام رائج ہے بالواسطہ جمہوریت میں عوام براہ راست حکومت میں حصہ نہیں لے سکتے وہ اپنے نمائندے منتخب کر کے بالواسطہ حکومت میں شریک ہوتے ہیں۔انہی نمائندوں کے ہاتھ میں ملکی نظام اور حکومت کی باگ دوڑ ہوتی ہے۔

ریاست کی ضرورت اور اہمیت اور ریاست کا مفہوم:

انسان فطری طور پر مدنی الطبع ہے اسکی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ معاشرے میں رہ کر اجتماعی زندگی بسر کرے اس لیے "ارسطو" نے کہا تھا۔

“Man is a Social Animal”

معاشرتی زندگی کا تقاضا ہے کہ افراد کی سرگرمیاں اور طرز عمل کو مشترکہ قواعد وضوابط کا پابند بنایا جائے کیونکہ معاشرہ میں رہتے ہوئے افراد کے مابین کئی قسم کی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اگر ان سرگرمیوں کو منظم نہ کیا جائے تو معاشرہ میں پر امن زندگی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔معاشرے کو یکساں قواعد وضوابط کا پابند بنانے کے لیے حکومت کا ہونا ضروری ہے جب کسی معاشرے کو اس طرح سے قانون کی خاطر منظم کیا جاتا ہے تو اس ریاست کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔معاشرہ افراد کی معاشرت پسندی اور رفاقت کے جذبہ کی تسکین کے لیے سامان بہم پہنچاتا ہے اور ریاست اپنے اعلیٰ کار یعنی حکومت کے ذریعے اپنے مسائل کو حل کرتی ہے جو معاشرے میں رہتے ہوئے قدرتی طور پر افراد کے مابین پیدا ہوتے ہیں۔

قدیم یونانی مفکرین ریاست اور شہر میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے تھے۔ریاست کا جدید نظریہ قرون وسطی میں ظہور پذیر ہوا جب ریاست میں شہر کے علاوہ دیہاتی علاقوں کو بھی ریاست میں شمار کیا جانے لگا۔نئے مفہوم کے اعتبار سے ریاست کا لفظ کوئی پہلی بار "اٹلی" کی تصانیف میں استعمال ہوا

اس کے بعد 16 ویں اور 17 ویں صدی میں ریاست کا لفظ انگریزی، فرانسیسی اور جرمن کتب میں بکثرت استعمال ہوا۔ریاست انسانی تہذیب وتمدن کا سب سے اہم اور بنیادی ادارہ ہے۔

ریاست کی تعریف:

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز کے مطابق

"انسانوں کا ایک گروہ یا تنظیم جو مشترکہ مقاصد کے لیے مل کر کام کرے۔"

ارسطو نے قدیم دور کی شہری ریاست کی تعریف یوں کی ہے:۔

"ریاست خاندان اور دیہاتوں کی اس تنظیم کا نام ہے جس کا مقصد مکمل اور آزاد زندگی کی سہولتیں بہم پہنچانا ہوتا ہے۔"

ڈاکٹر وڈرو ولسن کے مطابق:

"ریاست سے مراد افراد کا کسی مخصوص علاقہ کے اندر قانون کی خاطر منظم ہونا ہے۔"

ہالینڈ نے ریاست کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

" ریاست انسانوں کی اس بڑی جماعت کو کہتے ہیں جو عموماً ایک خاص حصہ پر آباد ہوں اور جن میں اکثریت کی رائے مخالف طبقہ کی رائے پر فوقیت رکھے۔"

بلنشلی کے مطابق:

"ریاست لوگوں کی وہ منظم سیاسی جماعت ہے جو کسی مقام پر رہتی ہو۔"

اسلامی نقطہ نظر سے ریاست کی تعریف:

اسلامی نقطہ نظر سے ریاست کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

" ریاست وہ بلند ترین انسانی ادارہ جو انسانوں کے دینی اور دنیوی معاملات کے مطابق اسلامی دستور سرانجام دینے کے لیے وجود میں آتا ہے۔"

ریاست کے مقاصد:

ابن خلدون کے مطابق:

"انسانوں کو ایک دوسرے کے ظلم سے روکنے کے لیے ریاست کی ضرورت ہے۔"

<u>اس کے علاوہ ریاست کے چند اہم مقاصد حسب ذیل ہیں۔</u>

1۔ ریاست کا پہلا مقصد اپنے شہریوں کے درمیان امن وامان سلامتی اور انصاف کا قیام ہے۔

2۔ ریاست کا قانونی مقصد ترقی کو فروغ دینا ہے

3۔ انسانی تہذیب کی ترقی ریاست کا ایک بڑا مقصد ہے۔

آدم سمتھ نے ریاست کے تین مقاصد یوں بیان کیے ہیں۔

1۔ بیرونی حملوں اور تشدد سے محفوظ رکھنا۔

2۔ معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے کے ظلم سے بچانا۔

3۔ تعمیرات عامہ یا پبلک ادارے قائم کرنا۔

ریاست کے اجزاء ترکیبی:۔

ریاست کے اجزاء ترکیبی حسب ذیل ہیں۔

1۔آبادی:

آبادی ریاست کے موجود ہونے کے لیے بے حد ضروری ہے اس کے بغیر ریاست کا تصور ناممکن ہے کیونکہ ریاست نام ہی اس ادارہ کا ہے جو انسانوں کی تمدنی زندگی کے معاملات کو قانون کی رو سے سرانجام دیتا ہے۔

2۔علاقہ:

ریاست کا دوسرا جز علاقہ ہے۔آبادی کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی مخصوص علاقہ میں آباد ہوں جس کا مناسب حدود اربعہ ہو۔

3۔ تنظیمی ڈھانچہ:

ریاست کا تیسرا جز تنظیمی ڈھانچہ ہے جو معاشرے کے تمام طبقات اور اداروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

4۔حکومت:

ریاست کا چوتھا جز حکومت ہے۔ حکومت اس مشینری کا نام ہے جو اس ریاست کے فیصلوں کو نافذ کرتی ہے اور امن وامان قائم کرتی ہے۔

5۔دستور:

ریاست کا پانچواں جز دستور ہے۔دستور اس مجموعہ ضوابط کا نام ہے جس میں مملکت کے نظام تقسیم،اختیارات اور مختلف حکومتوں کے باہمی تعلقات سے اصولی بحث ہوتی ہے۔

6۔اقتدار اعلیٰ:

اقتدار اعلیٰ ریاست کا چھٹا جزو ہے۔اقتدار اعلیٰ سے مراد وہ طاقت ہے جو ریاست کی حدود کے اندر سب تنظیموں پر فائق بڑی طاقت ہوتی ہے۔اقتدار اعلیٰ کے مطلق جدید سیاسی نظریہ اور اسلامی نظریہ کا اختلاف ہے۔جدید سیاسی نظریہ میں اقتدار اعلیٰ فرد واحد یا عوام کے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ اسلام میں اقتدار اعلیٰ کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

ریاست کا مغربی تصور:

دور حاضر میں مغربی ریاست کا تصور ایک سیکولر ریاست کا ہے۔جو اپنے معاملات کو مذہب کی بجائے عقل سے سر انجام دینے اور کسی الہامی قانون کی پابند نہیں ہوتی۔مغربی سیکولر ریاست کا تخیل ایک مخصوص پس منظر کی پیداوار ہے۔وہاں پاپائی نظام نے جو شکل اختیار کرلی اور مذہب کے نام پر بادشاہوں سے گٹھ جوڑ کر کے جو مظالم کیے انہوں نے ایک رد عمل پیدا کیا کہ لوگ عیسائیت کے خلاف ہوگئے،عیسائیت کی مخالفت میں بے اعتدالی کے باعث مذہب کے خلاف بھی بغاوت کردی گئی۔اس بغاوت کا سیاسی نظریہ سیکولر ریاست تھی اس کے حسب ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

سیکولر ریاست کی تعریف:

سیکولر ریاست سے مراد ایسی ریاست ہے جس کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو،ریاست کے قوانین عقل کو سامنے رکھ کر عوام کے فائدے کے لیے قانون بنائے جاتے ہیں۔

اثرات:

1۔ سیکولرازم میں تشکیک اور ذہنی پراگندگی پیدا کی اور انسان کے سامنے کوئی نصب العین باقی نہیں رہا اسی ذہنی انتشار کی بدولت اشتراکیت جیسی تحریکوں نے جنم لیا۔

2۔افراد کی زندگی کا مقصد محض ذاتی اغراض اور خواہشات کی تکمیل رہ گیا کوئی مستقل ضابطہ اخلاق ملکی اور قومی زندگی کے لیے باقی نہ رہا۔

3۔عوام کی اخلاقی حالت پست ہوگئی۔

4۔مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اور روحانی نظام کی غیر موجودگی میں محض مادی فائدہ بھی انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا۔

آرنلڈ ٹائن بی لکھتا ہے۔اس نظام کی ناکامی کے اعتراف میں:

" اب واضح ہوگیا ہے کہ اگر دنیوی خوشی کو مقصد زندگی بنالیا جائے تو اس میں فرد کی مادی خوشحالی اور دنیوی سکون کا حصول بھی ناممکن ہے۔ہاں یہ قابل فہم ہے کہ اگر سیکولرازم سے کوئی بلند و بالا روحانی مقصد سامنے رکھا جائے تو ایک ضمنی نتیجے کی حیثیت سے انسان کو دنیوی خوشی حاصل ہوجاتی ہے۔

اسلامی نظام ریاست:

اسلام ضابطہ حیات ہے اور اس نے زندگی کے ہر شعبہ کے لیے رہنما اصول فراہم کیے ہیں۔ ریاست جو معاشرے کی ترقی یافتہ سیاسی تنظیم ہے اس کے بارے میں بھی اسلام ایک منفرد نقطہ نظر رکھتا ہے۔ اسلامی نظریہ ریاست، جدید نظریہ ریاست سے یکسر مختلف ہے۔ اسلامی ریاست میں حکومت کی بجائے خلافت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے قرآن وسنت اسلامی ریاست کا آئین ہے۔ اسلامی حکومت کے تین نام ہیں۔

1۔امامت : امامت ایک ایسی ریاست عامہ ہے جو پیغمبر عالم ﷺ کی قانونی نمائندگی سے حاکمانہ بالادستی حاصل کرتی ہے۔ دین اور دنیا کی اجتمائی سرگرمیوں میں اپنی عظمت کا یوں اظہار کرتی ہے کہ اس میں اعلیٰ رہنمائی کے اصول واضح ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون کے مطابق :

"حکومت کا وہ منصب جو دین کی نگہبانی اور دنیا کے سیاسی فرائض کو پورا کرتا ہے خلافت و امامت ہے اس کو خلافت کبری اور امامت عامہ بھی کہا جاتا ہے۔"

2۔خلافت : قرآن کریم میں خلافت کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔

1۔ نوعی خلافت : نوعی خلافت کا مطلب ہے کہ تمام بنی آدم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور ہر ایک فرد دیگر مخلوق پر حکومت کرنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 30 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ : " جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔"

اس آیت کریمہ کی رو سے تمام انسانوں کو خلیفہ بنا کر بھیجا گیا۔

2۔ قومی خلافت : جب ایک قوم کو حکومت اور بادشاہت سے نوازا جاتا ہے تو یہ قومی خلافت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ : "اور یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد بادشاہ بنایا" (الاعراف، آیت نمبر : 69)

3۔ شخصی خلافت : شخصی خلافت سے مراد وہ خلافت ہے جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کو لوگوں کی ہدایت کے لیے معمور کرتا ہے۔ تمام انبیاء اسی قسم کی خلافت کے حامی تھے۔

3۔امارت : جب حکومت امور عامہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر افراد امت کو معروفات کا حکم دیتی ہے اور منکرات سے روکتی ہے تو وہ امارت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ امارت کا لفظ امر سے ہے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں اور یہ حکومت کا فعل ہے۔

ریاست اسلامیہ کی خصوصیات :

اسلامی ریاست کی بے شمار خصوصیات ہیں تاہم ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

1۔ نظریاتی ریاست :

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے یہ لادینی ریاست یا سیکولر ریاست نہیں ہوتی اس لیے اسلام میں دین اور سیاست الگ الگ نہیں ہیں۔ اسلامی ریاست کے لیے قرآن وسنت کے مطابق کاروبار حکومت چلانا ضروری ہے۔ایک حقیقی اسلامی ریاست وہی ہے جہاں نظام حکومت قرآن وسنت کی روشنی میں چلایا جاتا ہو۔

2۔اقتدار اعلیٰ:

اسلامی ریاست میں اقتدار اعلیٰ کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اسلامی نقطہ نگاہ سے اقتدار وہ بالادست طاقت ہے جس سے اوپر کوئی طاقت نہ ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الحکم الا للہ "حکم دینے کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے۔" (یوسف،آیت:: 40)

سورۃالرعد آیت نمبر 41 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: " اللہ حکمرانی کرتا ہے، کوئی بھی اس کے حکم کو ٹالنے والا نہیں ہے۔"

3۔اطاعت امیر:

اسلامی ریاست میں سربراہ ریاست کی اطاعت ضروری ہے لیکن یہ اطاعت اس وقت تک لازم ہے جب تک سربراہ ریاست خود بھی قرآن وسنت کے مطابق عمل کرے اور وہ حکومت بھی چلائے اگر وہ اسلامی قوانین سے روگردانی کرے تو اس کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

سورۃالنساء آیت :59 میں ارشار باری تعالیٰ ہے۔

اطیعو اللہ و اطیعو الرسول واولی الامر منکم

ترجمہ: "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے حکمرانوں کی۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کوئی ناک کٹا ہوا حبشی بھی تمہیں قرآن وسنت کے مطابق لے کر چلے تو اسکی اطاعت کرو۔"

اسلامی ریاست میں حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ ملک میں اسلامی شریعت نافذ کرے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوة وءاتوا الزکوة وامروا بالمعروف ونهو عن المنکر وللہ عقبہ الامور

ترجمہ:" بے شک ہم نے انہیں زمین مین ٹھرایا (زمین میں حکومت دی) تاکہ وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور نیکی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں۔"

گویا اسلامی ریاست میں اسلامی قوانین کا نفاذ بنیادی چیز ہے اور جو حکومت اسلامی قوانین کے مطابق کاروبار حکومت نہ چلائے تو قرآن نے انہیں ظالم اور فاسق کہا ہے۔"

4۔ شورائی نظام:

اسلامی ریاست میں شورائی نظام رائج ہوتا ہے یعنی نظام حکومت کو باہم مشورہ سے چلایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو باقاعدہ مشورہ کا حکم دیا۔

وشاور هم فی الامر "اور ان سے مشورہ کیا کریں باہمی کاموں میں"

عہد خلفائے راشدین میں مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں آیا تھا جن کے ارکان صاحب الرئے افراد تھے جو بغیر کسی دباؤ اور لالچ کے فیصلہ کرتے تھے اور ہر معاملہ میں مشورہ دیتے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میری امت کے عبادت گزاروں کو جمع کر کے مشورہ کرو اور ہر آدمی سے مشورہ نہ کرو۔"

5۔ عدم اجتماعی کا قیام:

اسلامی ریاست کی ایک نمایاں خصوصیت ریاست میں عدل اجتماعی کا قیام ہے۔ امیر، غریب، چھوٹے، بڑے سب کے لیے قانون یکساں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایها الذین امنو کو نوا قوامین بالقسط شہدآ ء ﷲ ولو علی انفسکم او الولدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیر ا فاللہ اولی بهما فلا تتبعو ا الهوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرفوا فان اللہ کان بما تعملون خبیراً

ترجمہ: "اے ایمان والو! عدل وانصاف قائم کرنے والے بنو اللہ کی خاطر گواہی دینے والے چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے یا تمہارے والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہو چاہے کوئی امیر ہو یا غریب دونوں قسم کے لوگوں کا زیادہ خیر خواہ اللہ ہے لہٰذا ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف سے روکتی ہو اگر تم ہماری پیروی نہیں کرو گے یا سچی گواہی دینے سے پیچھے ہٹو گے تو یاد رکھنا اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔"

6۔ انسانی حقوق کا تحفظ:

اسلامی ریاست میں ہر فرد کے حقوق متعین ہیں اور ہر فرد کی معاشرے میں یکساں حیثیت ہے اسلام میں کوئی طبقاتی تفریق نہیں پائی جاتی۔

7۔ مذہبی آزادی:

اسلامی ریاست میں رعایا دو قسم کی ہوتی ہیں ایک مسلمان اور دوسرے غیر مسلم یا ذمی، اسلامی ریاست میں ہر شخص کو مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد اور نظریات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے اور اپنی عبادت گاہیں تعمیر کر سکے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: "دین میں کوئی جبر نہیں۔" (آیت:256)

البتہ اسلامی ریاست مسلمانوں کو یہ آزادی نہیں دے سکتی کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل نہ کرے، چاہے تو ارکان اسلام ادا کرے چاہے تو نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ :

"میں چاہتا ہوں کہ جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے ان پر جزیہ لگا دوں۔"

8۔ جمہوری ریاست :

اسلامی ریاست ایک جمہوری اور شورائی ریاست ہے وحدت آدم اور انسانی مساوات اس کے دو بنیادی اصول ہیں۔ قیادت کی ذمہ داری ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن پر پوری قوم کو اعتماد ہو۔ ارباب فقہ نظام حکومت کو جمہور کے مطابق چلاتے ہیں شہریوں کے بنیادی حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریت کا مزاج نہ آمرانہ ہے اور نہ موروثی شہنشاہیت اور نہ عروسی سیاست۔

سورۃ الحجرات آیت 13 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: " اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قومیں اور قبائل بنائے تا کہ تمہاری پہچان ہو سکے تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیز گار ہے۔"

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی ریاست کا مزاج مخلص جمہوری اور شورائی ہے جس کی پہلی بنیاد انسانی مساوات اور دوسری ارباب اختیار کا معتمد علیہ ہونا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے۔

" تمہارے بہترین راہنما وہ ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور وہ تم کو، تم ان کو دعائیں دیتے ہو اور وہ تم کو اور تم میں بدترین رہنما وہ ہیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہیں اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں اور تم ان پر۔"

تیسری مساوات شوریٰ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وشاورھم فی الامر** "اور باہمی کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرو۔"

چوتھی بنیاد شہریوں کے حقوق و فرائض کا تعین ہے جن میں دخل اندازی کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔

9۔ فلاحی ریاست :

اسلامی ریاست ایک فلاحی ریاست ہے۔ اس کی ذمہ داری زندگی کے ہر شعبہ میں حقیقی اور فطری مساوات قائم کر کے اپنے شہریوں کو بنیادی ضروریات فراہم کرنا ہے۔ معاشی زندگی کے بارے میں اسلام کا اصولی نظریہ یہ ہے کہ۔

"اسلامی ریاست کی حدود میں فکر و فاقہ، غربت، افلاس اور ظلم کا خاتمہ کیا جائے۔"

نظام جمہوریت کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

مفکرین کے نزدیک جمہوریت ایک بہترین طرز حکومت ہے اس نظام کو انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن تصور کیا جاتا ہے۔ جدید دور میں جو کوئی اس نظام کی مخالفت کرے اس کو انسانیت کا دشمن تصور کیا جاتا ہے۔ ذیل کی سطور میں اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ جمہوریت کیا ہے اس کے کیا فائدے اور کیا نقصانات ہیں۔ جمہوریت کا نظام مغرب سے آیا ہے اور یہ مغربی تصور ہے۔

لغوی اور اصطلاحی مفہوم:

انگریزی لفظ ڈیموکریسی جس کو اردو میں جمہوریت کہا جاتا ہے یونانی الفاظ ڈیموس مطلب عوام ،اور ڈیموکریٹ مطلب طاقت

سے مل کر بنا ہے جس کے معنی عوام اور طاقت یعنی حکومت کے ہیں۔ اس طرح ڈیموکریسی کا مطلب ہوا عوام کی حکومت۔ سیاسی مفکرین نے جمہوریت کی تعریف مختلف الفاظ میں کی ہے۔

ابراہام لنکن کے مطابق:

سیاست لوگوں کی ایک حکومت کا نام ہے جو لوگوں کے ہی ذریعے لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔"

ارسطو کے مطابق:

غریب لوگوں کی خراب حکومت کا نام جمہوریت ہے۔

سیلی کے مطابق:

جمہوریت اس حکومت کو کہتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ عوام شریک ہوں۔

بینتھم کے مطابق:

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے جس میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ فلاح و بہبود مدنظر رکھی جائے۔

امریکہ کے اعلان آزادی میں جمہوریت کی تعریف زیادہ واضح الفاظ میں کی گئی ہے۔

" حکومتیں محکوم کی مرضی سے اختیارات حاصل کر کے قائم ہوتی ہیں۔"

جمہوریت کی اقسام:

جمہوریت کی دو معروف اقسام ہیں۔

1۔ بلاواسطہ جمہوریت:

2۔ بالواسطہ جمہوریت:

جمہوریت کے مفروضات:

جمہوریت کے مفروضات حسب ذیل ہیں۔

1۔ حاکم اور محکوم کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرز حکومت میں عوام کی فلاح و بہبود عوام کے ذریعے کا اصول کارفرماں ہوتا ہے۔

2۔ عوام اپنی مرضی سے حاکم کو منتخب کرتے ہیں۔

3۔ صحیح قانون وہ ہو گا جس کو اکثریت صحیح کہے گی۔

4۔ اقلیت کو اکثریت کے فیصلے تسلیم کرنا پڑیں گے۔

جمہوریت کی خوبیاں:

جمہوری سیاسی نظام کی خوبیاں حسب ذیل ہیں۔

1۔ جمہوریت رائے اور تنقید کے آزادنہ اظہار کی کامل اجازت دیتی ہے۔

2۔ عوام کو اپنی حکومت تبدیل کرنے کا حق ہوتا ہے اکثریت والی پارٹی حکومت بناتی ہے اور اقلیت والی پارٹی حزب اختلاف بناتی ہے۔ اگر عوامی رائے عامہ حکومتی پارٹی کے خلاف اور حزب اختلاف کے حق میں ہو تو اکثر حکومتیں تبدیل ہو جاتی ہیں اور سابقہ حزب اختلاف پارٹی حکومت میں آجاتی ہے۔

3۔ حکومت کا ہر شہری قانون کی نظر میں برابر ہوتا ہے۔

4۔ جمہوریت میں ہر شہری کے لیے ترقی کے یکساں مواقع میسر ہوتے ہیں ایک عام آدمی بھی اپنی اعلیٰ استعداد کے باعث ترقی کر کے حکومت میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہو سکتا ہے۔

5۔ جمہوریت اس اصول پر مبنی ہے کہ انسان انسان کے لیے محترم ہے۔

6۔ جمہوری طرز حکومت میں ہر شہری آزادی اور مساوات کی نعمت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ حاکم اپنی قوت سے دوسروں کے حقوق پامال نہیں کر سکتا۔

7۔ جمہوری حکومت عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔

8۔ جمہوری حکومت مستحکم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت کے پیچھے عوام کی بے پناہ طاقت موجود ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہوری ممالک میں انقلاب اور بغاوت کے خطرات کم ہوتے ہیں۔

9۔ جمہوریت کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اس میں غریب عوام کا حصہ ہوتا ہے اس طرز حکومت میں حکومت کرنا کسی خاص طبقے کا حق نہیں ہوتا وہی شخص حکومت کرے گا جس کو لوگ منتخب کریں گے۔

10۔ جمہوری طرز حکومت کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس میں عوام کی سیاسی تربیت ہوتی رہتی ہے انتخابات کے مواقع پر مختلف سیاسی پارٹیاں اپنے منشور اور پروگرام لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہیں عوام کو ان پر غور و فکر کا موقع ملتا ہے عوام ہر قسم کی تنقید کر سکتی ہے۔

11۔ جمہوریت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ لوگوں میں حب الوطنی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

12۔ جمہوریت خوف وہراس اور دہشت گردی سے پاک ہوتی ہے کیونکہ جمہوریت کی بنیاد عوام کا اعتماد ہے اس کے علاوہ تمام طریقہ ہائے سیاست خوف وہراس پر مبنی ہوتے ہیں۔

جمہوریت کی خامیاں:

جمہوری نظام سیاست میں درج ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں۔

1۔ جمہوری نظام سیاست میں ایک پارٹی کی حکومت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی شخصی حکومت ہے اگرچہ حکومت بظاہر پوری اکثریت پارٹی کی ہوتی ہے مگر حقیقتاً رائے اور فیصلہ پارٹی سربراہ کا ہی ہوتا ہے۔

2۔ جمہوریت میں اگرچہ مساوات پر بہت زور دیا جاتا ہے لیکن مکمل طور پر مساوات اصول فطرت کے خلاف ہے اور دنیا میں مکمل مساوات قائم کرنا ناممکن ہے لہٰذا جمہوری مساوات ایک سفید جھوٹ ہے۔

3۔ جمہوری طرز حکومت میں غریب، جاہل اور نااہل لوگوں کی حکومت ہوتی ہے اس طرز حکومت میں عالم اور جاہل کی رائے کو برابر کی اہمیت دی جاتی ہے اور عوام میں جاہل اور نااہل زیادہ ہوتے ہیں۔ افلاطون وہ پہلا مفکر ہے جس نے اس پہلو کے مدنظر جمہوریت پر کم علمی اور جہالت کا الزام لگایا ہے۔

کارلائل کے مطابق:

"کیونکہ ایک سمجھدار آدمی کے مقابلے میں بے وقوف زیادہ پائے جاتے ہیں اس لیے جمہوریت بے وقوف لوگوں کی حکومت ہوتی ہے۔"

جاڈ جو کہ جمہوریت کا زبردست حامی ہے اس کو بھی جمہوریت کے خلاف لکھنا پڑا اس نے اپنی کتاب Decaden e

میں لکھا ہے کہ " سائنس کی رو سے ہر چیز کی قیمت اس کی کمیت کے لحاظ سے مقرر ہوتی ہے۔ سائنس کے اسی اصول کو سیاست پر بھی منطبق کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ جمہوری طرز حکومت میں فیصلے سروں کی گنتی سے ہونے لگے ہر سر کا ایک ووٹ چاہے وہ سر کسی مفکر کا ہو یا گدھے کا۔"

4۔ جمہوری طرز حکومت کی ایک خامی یہ ہے کہ وہ علاقائی نمائندگی اور کثرت رائے کے اصول پر مبنی ہے۔ ایک علاقہ میں مختلف پیشوں کے لوگ آباد ہوتے ہیں اور وہ آبادی کے لحاظ سے اپنا نمائندہ منتخب کرتے ہیں مگر یہ ناممکن ہے کہ وہ منتخب نمائندہ اپنے علاقہ کے تمام گروہوں کی یکساں طور پر نمائندگی کر سکے کیونکہ ہر گروہ کا مفاد الگ الگ اور نمائندہ ایک ہوتا ہے۔

5۔ جمہوری طرز حکومت میں قانون سازی کا کام حکمران پارٹی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اگرچہ مجلس قانون ساز میں اقلیتی پارٹی بھی حصہ لیتی ہے مگر قانون سازی کا اختیار ان کو حاصل نہیں ہوتا۔ صرف اکثریتی پارٹی ہی قانون وضع کرتی ہے اس لیے قانون سازی میں دونوں پارٹیوں میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اقلیتی پارٹی حکومتی پارٹی پر تنقید کرتی ہے جس کی وجہ سے اکثریتی پارٹی عوام میں اپنا وقار اور اعتماد کھو دیتی ہے پھر جب دوسری پارٹی اقتدار میں آتی ہے تو وہ پہلی پارٹی کے قانون کو منسوخ کر دیتی ہے اسطرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یوں نہ صرف قانون کی بے حرمتی ہوتی ہے بلکہ حکومت کی سالمیت کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔

6۔ جمہوریت کی سب سے بڑی خوبی اجتماعی رائے عامہ جمہوریت کی سب سے بڑی کمزوری بھی ہے۔ اجتماعی رائے عامہ کوئی مستقل چیز نہیں بلکہ یہ ہر وقت دباؤ سے اپنی شکل بدلتی رہتی ہے اس کو لالچ، ڈر اور خوف سے بدلہ جا سکتا ہے اگر ایسی غیر مستقل اور غیر پائیدار چیز پر حکومت کی بنیاد رکھی جائے گی تو یہ انسان کے لیے مفید ثابت نہ ہو گی۔

7۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جمہوریت بداخلاقی کو ترقی دیتی ہے جمہوری طرز حکومت میں اخلاق کا کوئی مستقل معیار ہی نہیں اگر عوام میں اخلاقی حس موجود ہے تو حکومت پر بھی اس کا اثر ہو گا اگر عوام اخلاق سے عاری ہے تو حکومت بھی بداخلاقی کو قانوناً جائز قرار دے گی۔

8۔ جمہوری طرز حکومت کی ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ انتخابات کے مواقع پر امیدوار ووٹ حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کے جائز و ناجائز حربے استعمال کرتا ہے تاکہ وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے دولت خرچ کرنے کے بعد جب وہ ممبر بن جاتا ہے تو اپنی خرچ کی ہوئی دولت کو واپس حاصل کرنے کے لیے ہر طرح کے جائز و ناجائز حربے استعمال کرتا ہے۔

9۔ جمہوری طرز حکومت کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ پارٹی بازی کی وجہ سے حکومت کے ترقیاتی کاموں میں تسلسل قائم نہیں رہتا ہر جیتنے والی پارٹی کا اپنا منشور اور پروگرام ہوتا ہے جب وہ بسر اقتدار آتی ہے تو پہلی پارٹی کے منشور اور پروگرام کو ختم کر دیتی ہے جس کی وجہ سے پہلے منصوبوں پر خرچ شدہ رقم ضائع ہو جاتی ہے اور ملک کی اقتصادی ترقی رک جاتی ہے۔

10۔ جمہوری طرز حکومت میں ایک سے زائد پارٹیوں کا ہونا لازم ہے ہر پارٹی دوسری پر تنقید کرتی ہے جس کی وجہ سے تمام پارٹیوں میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں اور پارٹیوں کے حامیوں میں تصادم ہو جاتا ہے اور جس کی وجہ سے ملکی معیشت کو نقصان پہنچتا ہے معاشرہ میں ناانصافی اور بے حسی جنم لیتی ہے۔

جمہوریت میں دو قسم کے نظام ہوتے ہیں۔

1۔ صدارتی نظام

2۔ پارلیمنٹ نظام

اسلام میں جمہوریت کا تصور:

اسلام میں جمہوریت کا وہ تصور نہیں جو کہ مغرب میں ہے یعنی اسلام میں جمہوریت کا تصور مغربی تصور جمہوریت سے بالکل الگ ہے۔

اسلامی جمہوریت کے حسب ذیل تقاضے ہیں۔

1۔ اقتدار اعلیٰ:

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ادارہ ہے جس میں اقتدار اعلیٰ کا اصل مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ریاست کا سربراہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہو گا اور اسی کے دستور کے مطابق حکومت چلائے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الحکم الا للہ " حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔"

سورۃ المائدہ آیت 48 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔"

سورۃ المجادلہ آیت 20 میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: "اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔"

2۔ اجتماعی حکومت:

اسلامی سیاسی نظام میں حکومت جمہور کی ملک ہے وہ ذاتی یا خاندانی نہیں یہی جمہوریت کا خلاصہ بھی ہے۔

سورۃ آل عمران آیت 159 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: "آپ ان سے حکومت کے معاملات میں مشورہ کر لیا کریں۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"جس قوم نے باہمی مشورہ کیا اس قوم نے فلاح پائی۔"

قرآن و سنت کی تعلیمات سے حسب ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

1۔ اسلامی حکومت میں مشورہ عام شرط ہے۔

2۔ حکومت کی نسبت عام مسلمانوں کی طرف کی گی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عوام کی حکومت ہوتی ہے۔

3۔ دور اول میں مسلمان اسی پر عمل پیرا تھے اگر تاریخ اسلام پر نظر دوڑائی جائے تو ان نتائج کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ

1۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے ہمیشہ حکومتی معاملات میں مشورہ کیا۔

2۔ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اپنے بعد خلافت کے لیے اپنے کسی عزیز کو نامزد نہیں کیا۔ خلفاء کا تقرر عام مشورہ سے ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت انصار اور مہاجرین کے صاحب الرائے افراد نے کی پھر دوسرے لوگوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشورہ سے نامزد کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کمیٹی بنا دی کہ باہم مشورہ کر کے خلیفہ مقرر کر لے اس کمیٹی نے باہم مشورہ سے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا۔ بیعت عام کے وقت کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے اصرار پر جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ جس طرح خلیفہ کے انتخاب کا اختیار عوام کو ہے اسی طرح خلیفہ کی معزولی کا اختیار بھی عوام کو ہے۔ اگر خلیفہ ریاست کے معاملات صحیح طریقہ سے انجام نہ دے پائے اور دین کے معاملات میں خرابی کی کوئی صورت نظر آئے تو امت امام کو عہدہ سے ہٹانے کا حق رکھتی ہے۔ اجتماعی نظم کے لیے بھی امام کا تقرر بھی امت کا حق ہے اور معزول کرنا بھی۔

ابن عطیہ نے لکھا ہے۔

"اگر حکمران ماہرین علم و فن اور امت کے دین دار افراد کی شوریٰ طلب کیے بغیر اپنی رائے سے کام کرے تو اسے عہدہ سے معزول کر دینا چاہیے اس پر تمام علمائے قانون متفق ہیں۔" (حوالہ : فتح القدیر، علامہ شوکانی)

3۔ حق انتخاب:

اسلام خلیفہ کے انتخاب کا حق عوام کو دیتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی عائد کرتا ہے کہ عنان حکومت صالحین کے سپرد کی جائے

سورۃ النساء آیت 58 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کی جائیں۔"

4۔ عوام کی فلاح و بہبود:

اسلامی جمہوریت فرد کی انفرادیت کے استحکام اور نشو و نما کی ضامن ہے فرد کے اختیار اور ارادہ کی وسعتوں کو اور وسیع کرتی ہے اس پر صرف وہ پابندیاں عائد کرتی ہے جس سے اس کی اپنی ذات سے دوسروں کے حقوق ضبط ہوتے ہوں اس ضابطہ کی مخالفت کرتی ہے جس سے فرد کی انفرادیت میں کمزوری واقع ہوتی ہے۔ اسلامی نظام سرمایہ داری کا اسی وجہ سے مخالف ہے کہ اس سے دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے اور عوام ضروریات زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

5۔ انفرادی ذمہ داری:

اسلامی جمہوریت میں امت کا ہر فرد حکومت کی ذمہ داریوں میں براہ راست شریک ہوتا ہے اور ارکان سلطنت کے سامنے اپنی رائے پیش کر سکتا ہے۔

6۔ نو پارٹی سسٹم:

اسلامی جمہوریت میں پارٹی سسٹم کا کوئی تصور نہیں تمام مسلم رعایا صرف ایک ہی نظریہ سے وابستہ ہوتی ہے اگر حکومت کی طرف سے اسلامی نظریہ کے خلاف کوئی قدم اٹھایا جائے تو ہر مسلم شہری کا یہ فرض ہوتا ہے کہ اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: "اور سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔" (سورۃ آل عمران: آیت 130)

اسی سورۃ کی آیت 105 میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: " ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل آ چکے تھے۔"

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

7۔بیت المال اجتماعی ملکیت:

اسلام نے بیت المال یعنی قومی خزانہ پر خلیفہ کو بغیر مشورہ کے تعرف کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی حکمران قومی خزانہ اپنی ذات پر خرچ کر سکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جس میں آپ نے بحثیت خلیفہ اپنے مصارف بتلائے آپ نے فرمایا۔

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ بیت المال سے مجھے کتنا لینا جائز ہے۔ دو جوڑے کپڑے ایک موسم سرما اور ایک موسم گرما ایک سواری جس پر حج اور عمرہ ادا کروں اور قریش کے ایک متوسط طبقہ کے آدمی کے کھانے پینے کے اخراجات کے برابر اپنے اور اپنے خاندان کے لیے اس کے بعد میں ایک ادنی مسلمان ہوں جو ان کا حال ہے وہی میرا حال ہے۔"

8۔ مساوات:

قانونی مساوات کی مثال سوائے اسلام کے دنیا کے کسی جمہوری ملک میں نہیں پائی جاتی اسلام ہی وہ حقیقی جمہوریت پیش کرتا ہے جس میں اعلیٰ اور ادنی کی کوئی تمیز باقی نہیں رہتی اسلام میں خلیفہ کو عام عوام پر کسی قسم کی کوئی ترجیح حاصل نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا۔

" تمہارے طاقت ور لوگ میرے نزدیک اس وقت تک کمزور ہیں جب تک میں ان پر واجب شدہ حق نہ لے لوں اور تمہارے کمزور لوگ میرے نزدیک اس وقت تک طاقت ور ہیں جب تک میں ان کو ان کا حق واپس نہ دلا دوں۔